درسِ حیات

یعنی

بھگوت گیتا کا منظوم اختصار

ازقلم:۔ نند کشور اخگر بی۔اے۔ایل ایل۔بی ایڈووکیٹ
فیروزپور شہر

قیمت ایک روپیہ

پیش لفظ

از قلم پنڈت مُرلیا رام صاحب شر ہاٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول فیروزپور

لالہ نندکشور صاحب اخگر فیروزپوری کا نام نامی کسی خاص تعریف و تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ اُردو شاعری کی دُنیا میں نہایت بلند پایۂ شہرت کے مالک ہیں اور آپ کا کلام گذشتہ چالیس سال سے مُلک کے مستند اخبارات و رسائل میں اشاعت پذیر ہو کر قارئین سے دادِ تحسین و آفرین حاصل کر رہا ہے آپ شاعری کی ہر صنف پر یدِ طولےٰ رکھتے ہیں اور آج تک بے شمار موضوعات پر طبع آزمائی کر چکے ہیں آپ کے کلام کا گلشن گلہائے رنگا رنگ سے معمور ہے اور ہر پھول اپنے اندر خاص رنگ و بُو رکھتا ہے جس کی طراوت و تیزی کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ اس بلند پایہ شاعر کی طبع نہایت ہمہ گیر اور تخیل کی پرواز بہت رفیع ہے۔

جہاں مشق و مہارت اور فنی قابلیت کا تعلق ہے

[illegible]



نتیجۂ فکر اس امر کی ایک روشن دلیل ہے آپ نے اس منظوم کتابچہ میں شریمد بھگوت گیتا کے عظیم الشان فلسفہ کو کم سے کم الفاظ میں مکمل طور پر بیان کر دیا ہے جسے پڑھ کر پڑھنے والے کے دل و دماغ پر اس فلسفہ کے تمام نقوش گہرے طور پر ثبت ہو جاتے ہیں اور وہ اپنے اندر ایک خاص وجدانی اور روحانی کیفیت محسوس کرنے لگتا ہے میدانِ روحانیت کے سالکین کے لئے یہ ایک خضرِ راہ ہے اور ویدانت کے دلدادگان کو اس سے کافی روشنی مل سکتی ہے۔

آپ کی طبیعت کا میلان زیادہ تر اخلاقی و روحانی نظمیں لکھنے کی طرف ہے اور اس ضمن میں بہت کچھ لکھا ہے جو نہائت بلند پایہ اور قابلِ قدر ہے جسے شائع کرنے کیلئے ترتیب دیا جا رہا ہے اس سلسلہ کی پہلی کڑی یہ مقدس کتابچہ ہے جو قارئین کے دستِ مبارک میں ہے۔

اس کلامِ حقانی کو اس سے پیشتر بھی کئی شعرا جامۂ نظم پہنا چکے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں جناب معجز دہلوی۔ خواجہ دل محمد صاحب [illegible] کاکوروی اور [illegible]

کے نام نامی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں یہ سب مترجم اپنی اپنی جگہ قابلِ قدر ہیں لیکن جناب اننگ صاحب کا یہ منظوم کارنامہ بھی ایک خاص عظمت و اہمیت رکھتا ہے۔

آپ اُردو زبان کے علاوہ ہندی اور سنسکرت کے بھی عالم ہیں اسلئے آپ نے اس حقانی کتاب کے شلوکوں کا مطالعہ نہایت عمیق نظر سے کیا ہے اور اُن کے مطالب کو تا بہ امکان نہایت صحیح سمجھا ہے اِن کا ترجمہ گوناگوں محاسن سے لبریز ہے اور اس میں اصل کتاب کی تمام خوبیاں جمع کر دی گئی ہیں۔

فصاحت و بلاغت اور جامعیت و اختصار اس کتاب کی شان کو خاص طور پر نمایاں کر رہے ہیں مترجم نے ترجمہ کرتے وقت اس امر کو خاص طور پر پیشِ نظر رکھا ہے کہ اس کا مفہوم کم سے کم الفاظ میں بیان کر دیا جائے اِس لحاظ سے کل اٹھارہ ادھیائے کے مضمون کو ۷۰۹ اشعار میں نہایت خوش اسلوبی سے بیان کر دیا ہے گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

ہر ادھیائے کا عنوان بھی مترجم نے بڑی تحقیق کے ساتھ خود ہی تجویز کیا ہے جس سے نفسِ مضمون پر پوری پوری روشنی پڑتی ہے اور عنوان کو دیکھ کر ہی ادھیائے کا مفہوم پڑھنے والے کے دل و دماغ پر نہائت گہرا اثر پیدا کر دیتا ہے اس مجموعہ کی زبان عام فہم اور لطیف ہے الفاظ میں کہیں غرابت اور تنافر کا نقص نہیں ہے اسلوب بیان بڑا دلکش اور جامع ہے فنا و بقا۔ حیات و ممات عرفان و تصوف یوگ اور سنیاس وغیرہ کی تشریح نہائت عمدگی سے کی گئی ہے۔

چونکہ مترجم نے ترجمہ کرتے وقت خود بھی نہائت اختصار سے کام لیا ہے اس لئے راقم الحروف نے بھی پیش لفظ لکھنے میں اس امر کو ملحوظِ خاطر رکھا ہے چنانچہ اس مختصر تحریر پر اکتفا کرتا ہوں اور دعا ہے کہ پرماتما مترجم کی اس محنت کو حسنِ قبول کی نعمت ارزانی فرمائے۔

رام کشور بیا

دیباچہ

از جناب ابو الفصاحت پنڈت لبھو رام صاحب جوش ملسیانی

گیتا کے منظوم اردو ترجمے متعدد شعرا نے لکھے ہیں۔ مشفقی لالہ نند کشور اخگر ایڈووکیٹ فیروزپور نے بھی اسی سلسلے میں ایک قابلِ قدر منظوم ترجمے کا اضافہ کیا ہے۔ گیتا کا فلسفہ حقائق کے ساتھ دقائق کا خزانہ بھی ہے۔ اسے سمجھنا اور مفہوم کا صحیح ترجمہ کرنا کوئی آسان بات نہیں۔ پھر اس مفہوم کو اچھی اور رواں نظم کے لباس میں پیش کرنا اور بھی مشکل کام ہے۔ ان تمام مشکلات پر ایک یہ مشکل بھی ہے کہ جب تک اس قسم کی نظم اور اس کی زبان میں سلاست نہ ہو۔ ترجمہ کام کی چیز نہیں کہا جا سکتا۔ میں نے اس منظوم ترجمے کے کئی حصے غور سے دیکھے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اخگر صاحب کی محنت

شگفتہ قابلِ ستائش ہے بیان میں روانی اور زبان میں
سلاست کا حتے الامکان پورا لحاظ رکھا گیا ہے مفہوم کو
کم سے کم لفظوں میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے
اس کوشش میں یہ احتیاط بھی لازم سمجھی گئی ہے کہ مفہوم
عام فہم اور زیادہ سے زیادہ وضاحت کا حامل ہو۔ اُمید
ہے کہ یہ منظوم ترجمہ ضرور مقبول ہوگا اور ہر جگہ خراجِ تحسین
حاصل کرے گا۔

جوش ملسیانی

نکودر۔ ۲۷ مارچ سنہ ۶۴ء

تعارف

از لسان الاعجاز جناب پنڈت میلا رام صاحب وفاؔ

اردو شاعری کی دنیا میں شری نند کشور اخگرؔ کا نام نامی محتاج تعارف نہیں۔ نقادانِ فن انہیں بالاتفاق عہدِ رواں کے ممتاز ترین اردو شعرا میں شمار کرتے ہیں اور اساتذہ کی صفِ اوّل میں جگہ دیتے ہیں ان کا کلام ان کی قادرالکلامی کا منہ بولتا ثبوت ہے تخیل کی بلندی۔ زبان کی صفائی۔ بیان کی روانی اور کلام کی تاثیر کے لحاظ سے ان کی شاعری کو ساحری سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور بجا طور پر کہا جا سکتا ہے۔

ع قسمت ہر کس نہیں ان کا مقام شاعری

ان کا مولد و مسکن ہونے کا فخر تو فیروزپور کے حصے میں آیا ہے لیکن ان کی شاعرانہ عظمت سارے پنجاب کیلئے باعث

نانہ ہے ایسا عالی مقام اور اس پایہ کا قادر الکلام سخن طراز گیتا کی مقدس تعلیم کو اردو نظم کا جامہ پہنانے کا مبارک کام انجام دے تو یہ اُردو ادب کی انتہائی خوش قسمتی ہے اور اردو دان پبلک پر احسانِ عظیم۔

گیتا بھارت ورش کی الہامی کتابوں میں خصوصی اہمیت کی حامل ہے اس کا نزول تاریخِ عالم کے ایک بہت بڑے انقلابی واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے بظاہر یہ ایک وقتی اُپدیش تھا جو بھگوان کرشن نے ارجن کی باطنی آنکھیں کھولنے اور اُسے ذہنی تذبذب کے بھنور سے نکالنے کے لئے کورو کشیتر کے میدانِ جنگ میں دیا۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اِس اُپدیش سے متاثر ہو کر ارجن ادائے فرض کی خاطر ہتھیار اُٹھانے اور ہنگامۂ ستیز گرم کرنے پر آمادہ ہوا اور مہابھارت کی انقلابی اور حق و باطل کی فیصلہ کُن جنگ معرضِ وقوع میں آئی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جہاں تک انسانی زندگی کے گوناگوں مسائل سے عہدہ برا ہونے کا تعلق ہے گیتا کی تعلیم ایک مستقل شمعِ ہدایت ہے اور

مکان و زماں کی حدوں سے بے نیاز اور اس قدر ہمہ گیر ہے
کہ دُنیا کے تمام متمدن ممالک کی زبانوں میں اس کا ترجمہ
ہو چکا ہے پھر اُردو تو بھارت ورش ہی کی ایک مقبول
اور ترقی پذیر زبان ہے اِسے یہ سعادت کیوں نصیب ہوتی؟

چنانچہ اردو شاعری کے ہر دور اور اردو شعرا کی ہر
پُشت میں ایک سے زیادہ شاعروں نے اِس موضوع پر
دادِ سخن دی ہے اور اِس حقیقت کے پیشِ نظر کہ ایک
زبان کی نظم کو دوسری زبان میں منظوم کرنا بڑا مشکل
کام ہے بعض شعرا کی کوششیں بلا شُبہ قابلِ قدر ہیں مگر یہ کہنا
اُن کوششوں کے اعتراف میں بخل کا مترادف نہیں کہ اُن میں
جو کمی رہ گئی تھی وہ اضگر صاحب نے بطریقِ احسن پوری کر دی
ہے سب سے بڑی بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنی دوسری منظوم
تصنیفات کی طرح اپنی اِس تصنیف کو بھی اِس بے کیفی سے
حیرت انگیز کامیابی کی حد تک بچائے رکھا ہے جو اندازِ بیان
میں ناکافی روانی کا نتیجہ ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے پڑھنے یا
سُننے والا تھوڑی ہی دیر میں اُکتا جاتا ہے الفاظ کی حسین ترتیب

اور باسلیقہ نشست سے شعر میں جو کیف زا ترنم پیدا ہو جاتا ہے وہ اِس تصنیف میں شروع سے آخر تک پایا جاتا ہے اِس لحاظ سے یہ تصنیف اِس دعویٰ کی روشن دلیل ہے کہ الفاظ کے برمحل استعمال میں جو کمال اخگر صاحب کو حاصل ہے وہ ہر کسی کو نہیں کسی کسی کو مقدر ہوتا ہے دیگر محاسن شعری بھی اِس تصنیف میں پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر نظر آتے ہیں اِس سلسلہ میں ایک قابلِ تقلید جدّت جو اخگر صاحب نے کی ہے یہ ہے کہ گیتا کے شلوکوں کا لفظ بلفظ منظوم ترجمہ کرنے کے بجائے اختصار سے کام لیا ہے اور ہر ادھیائے کا مفہوم اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے اِس طرح اِس تصنیف کو جو فنی خوبیوں کی وجہ سے خاص پسند تو ہے بدرجہ اتم عام فہم بھی بنا دیا ہے

میلا رام وفاؔ

جالندھر مورخہ ۲ $\frac{10}{64}$

درسِ عمل

راتِ دِن شام و سحر جب تک ہے قائم زندگی
فرض کی تکمیل میں اِنساں نہ گھبرائے کبھی

یہ نہ لائے فکر دِل میں اِس کا کیا انجام ہے
فرض ادا کرتا رہے اِنساں کا اِتنا کام ہے

راہِ حق میں ہر قدم پر ہمت مردانہ ہو
لاکھ طوفانِ الم اُٹھیں کوئی پروا نہ ہو

جسم فانی ہے تو کیا غم روح مر سکتی نہیں
کوئی بھی طاقت اُسے نابود کر سکتی نہیں

موت ہی ہے درحقیقت کاشفِ اسرارِ زیست
موت کا ڈر ہے عبث یہ ہے مآلِ کارِ زیست

کارزارِ دہر میں غافل نہ ہونا چاہیئے
آفتوں کو دیکھ کر بے دِل نہ ہونا چاہیئے

فرض کی تکمیل میں خواہش نہ کچھ رکھے بشر
خلق کی خدمت گزاری ہی رہے مدِ نظر

جس بشر نے چھوڑ دی ہوں دِل کی ساری خواہشات
دل ہی دِل میں خوش رہے ہر وقت ہو کر محوِ ذات

دُکھ سے گھبراہٹ نہیں سُکھ سے جسے رغبت نہیں
دِل میں کچھ خدشہ نہیں غصہ نہیں حسرت نہیں

نفس جس کے بس میں ہے جو خواہشوں سے دور ہے
عقل پر قائم ہے جو ہر حال میں مسرور ہے

بے غرض انسان جس کا دل ہوس سے ہے تہی
سب کو یکساں دیکھتا ہے دور ہے جس سے خودی

دل کی راحت اور اطمینان پا لیتا ہے وہ
ایشور کو جان کر نروان پا لیتا ہے وہ

(دوسرا ادھیائے)

نشکام کرم (اعمالِ بے غرض)

ہر بشر مجبوریٔ فطرت سے گرمِ کار ہے
کچھ نہ کچھ ہر وقت کرنے کیلئے ناچار ہے

کارِ دُنیا چھوڑنا گو وصفِ خوش اسلوب ہے
کام کرنا بے غرض اِس سے زیادہ خوب ہے

کام میں جو خود غرض ہوتا ہے وہ مکّار ہے
بے غرض جو کام کرتا ہے وہ نیکوکار ہے

موجبِ تخلیقِ ہر جاندار ہوتا ہے اناج
منحصر بارش پہ ہے غلّے کا سارا کام کاج

یگیہ سے سنسار میں ہوتی ہے بارش بے گماں
یگیہ پر گویا ہے قائم ہستیٔ کون و مکاں

درحقیقت یگیہ ہے دُنیا میں کارِ بہترین
چاہیئے ہر شخص کو سمجھے یہ فرضِ اوّلین

کرم وہ اچھا ہے جس میں کچھ غرض مندی نہ ہو
جس میں پنہاں جز خدا کے غیر کی مرضی نہ ہو

سب سے اعلیٰ ہے بشر جو آتما میں محو ہے
بے غرض ہے ہر نفس پرماتما میں محو ہے

دہر میں رہتا ہُوا سب سے جُدا رہتا ہے وہ
درحقیقت عین نزدیکِ خدا رہتا ہے وہ

(تیسرا ادھیائے)

سکونِ قلب

جس کو یہ معلوم ہے کیا کام کرنا دھرم ہے
کس کو کہتے ہیں اکرم اور نام کس کا کرم ہے

کرم کرتے وقت پھل کی آرزو جس کو نہ ہو
مطلقاً کچھ احتیاج و جستجو جس کو نہ ہو

جس کا دل بس میں ہے حرص و آز سے بیگانہ ہے
صدق کا آئینہ ہے جو صبر کا پیمانہ ہے

خود بخود حاصل ہوئی شے پر قناعت ہے جسے
رنج و راحت میں میسر ایک حالت ہے جسے

دوسروں کی برتری پر جو حسد کرتا نہیں
اور ناکامی سے اپنی جو کبھی ڈرتا نہیں

سب کو خود میں یا خدا میں مستقر پاتا ہے جو
ہر بشر میں ایشور کو جلوہ گر پاتا ہے جو

بے تعلق ہے جو دامِ دہر سے آزاد ہے
جس کے دل میں رات دن پرماتما کی یاد ہے

ایشور کی ذات پر کامل یقیں رکھتا ہے جو!
اس کی طاقت میں ذرا بھی شک نہیں رکھتا ہے جو

وہ ہے "گیانی" ماہرِ علمِ حقیقت ہے وہی
اور دنیا میں میسر ہے اسی کو شانتی

۱- نہ کرنے لائق کام، کرنے لائق کام میں سکونِ قلب

چوتھا ادھیائے

کرم یوگی

جس کی نظروں میں کھرے ہیں سب کوئی کھوٹا نہیں
ایک ہیں شاہ و گدا کوئی بڑا چھوٹا نہیں

جس کے دل کو مطلقاً جنبش نہ بیش و کم سے ہو
جو نہ شادی سے ہو شاداں جو نہ غمگیں غم سے ہو

جس کے قول و فعل میں کوئی غرض پنہاں نہیں
فرض کے بدلے میں جو انعام کا خواہاں نہیں

جلوہ گر ہے جس کے دل میں ایشور کی پاک ذات
جس نے دل سے دور کر رکھی ہیں جھوٹی خواہشات

جو کسی سے فرض کی تکمیل میں ڈرتا نہیں
دِل میں یہ سمجھے کہ کوئی کام خود کرتا نہیں

سب علائق چھوڑ کر جو خوش ہے اپنے آپ میں
مُنہ جہاں سے موڑ کر جو خوش ہے اپنے آپ میں

جس کا دِل پاکیزہ ہے آلودۂ نفرت نہیں
جس کو دُنیا میں کسی بھی چیز سے رغبت نہیں

محو کر دیتا ہے جو خود کو خُدا کی ذات میں
جو سمجھتا ہے اُسی کا ہاتھ ہے ہر بات میں

جو عمل کرتا ہُوا اضداد میں پھنستا نہیں
تارکانِ دہر سے بے شک ہے وہ بالانشیں

۲۳

کرم یوگی ہے وہ جیون مکت ہو جاتا ہے وہ
زندگی میں جاودانی راحتیں پاتا ہے وہ

(پانچواں ادھیائے)

ایشور پریمی

بے غرض ہے جو سدا اپنے تمام افعال میں
جو نہیں پھنستا کبھی حرص و ہوس کے جال میں

چھوڑ کر لالچ جو اپنا فرض ادا کرتا رہے
پا کے قابو نفس پر یادِ خدا کرتا رہے

جس بشر کو شادی و غم رنج و راحت ایک ہیں
عزت و بے عزتی آرام و کلفت ایک ہیں

دوست دشمن اپنے بیگانے جسے یکساں ہیں سب
سونا چاندی مٹی پتھر ایک سے ساماں ہیں سب

رنج و غم میں بھی نہ لب پر لائے جو حرفِ ملال
کھانے پینے جاگنے سونے میں رکھے اعتدال

بھول جائے خود کو جو پرماتما کے دھیان میں
گیت جو گاتا رہے دن رات اُس کی شان میں

جو یہ جانے ہر بشر میں آتما ہے ایک ہی
ذرّے ذرّے میں نہاں پرماتما ہے ایک ہی

سچّے دل سے ایشور کو چاہنے والا ہے جو
اور اُس کے پریم میں ہر وقت متوالا ہے جو

ایسے یوگی کا ہے رُتبہ زاہدوں سے بھی بلند
عالموں سے فاضلوں سے عابدوں سے بھی بلند

(چھٹا ادھیائے)

ایشور اور گیانی

خالقِ عالم نے یہ سارا جہاں پیدا کیا
بحر و بر پیدا کئے اور آسماں پیدا کیا

جان ہر جاندار کی بے شبہ اُس کے بس میں ہے
ذرّے ذرّے میں نہاں موجود وہ نس نس میں ہے

جس طرح مالا میں ہے ہر ایک دانہ منسلک
ایشور کے ساتھ ہے سارا زمانہ منسلک

رس ہے پانی میں تو آتش میں حرارت ہے وہی
رنگ ہے سبزے میں وہ پھولوں میں نکہت ہے وہی

چاند سورج خود اُسی کے نور سے تابندہ ہیں
اُس کی دانائی سے سب اہلِ خرد شرمندہ ہیں

جو بشر جیتے ہیں اُس کو وہ ہیں چار اقسام کے
ایک اُن میں ہیں دُکھی مارے ہوئے آلام کے

دوسرے وہ ہیں جنہیں ہوتی ہے دولت کی طلب
تیسرے وہ ہیں کہ ہے جن کو حقیقت کی طلب

اور چوتھے وہ ہیں گیانی عالمانِ باکمال
ایشور کے خاص پیارے عارفانِ پُر جلال

جو سوا اُس کے نہیں رکھتے کسی پر اعتقاد
موجزن رہتی ہے جن کے دل میں ہر دم اُسکی یاد

ایشور کے پریم میں اس درجہ کھو جاتے ہیں وہ
ہوتے ہوتے خود اُسی کا روپ ہو جاتے ہیں وہ

(ساتواں ادھیائے)

ایشور کی یاد

عمر بھر انسان کو رہتا ہے جس شئے کا خیال
بھول جانا اُس کا مرتے وقت ہے امرِ محال

آخری دم جس کسی کو یاد کرتا ہے بشر
جس کی صورت سامنے ہوتی ہے اُسکے جلوہ گر

بعد مرنے کے اُسی کا مرتبہ پاتا ہے وہ
بن کے اُس کا روپ خود اُس میں سما جاتا ہے وہ

وقتِ آخر بھی توجہ جس کی ہو بھگوان میں
جو ہمہ تن محو ہو جائے اُسی کے دھیان میں

ایشور کے روپ میں بے شبہ مل جاتا ہے وہ
دارِ فانی میں پلٹ کر پھر نہیں آتا ہے وہ

اِس لئے لازم یہی ہے دہر میں انسان کو
صدق دِل سے یاد رکھے ہر نفس بھگوان کو

وہ محیطِ جزو و کل ہو کر نظر آتا نہیں
سب کو کرتا ہے فنا وہ خود فنا پاتا نہیں

دہر میں پرماتما کا سب سے اُونچا ہے مقام
اُس کو پانے کے لئے لازم ہے جپنا اُس کا نام

یگیہ تپ دان اور ویدوں کے بھی پڑھنے کا ثواب
چھوڑ کر پاتے ہیں یوگی وہ مقامِ لاجواب

(آٹھواں اُدھیائے)

مُکتی سادھن

جس طرح آکاش میں چلتی ہوا کو ہے قیام
ایشور کے بس میں مرگ و زندگی کا ہے نظام

اس جگت کا پالنے والا بھی وہ خالق بھی وہ
وہ عیاں بھی وہ نہاں بھی اور ہے رازق بھی وہ

ہست وہ ہے نیست وہ ہے باد و باراں ہے وہی
زہرِ قاتل ہے وہی اور آبِ حیواں ہے وہی

عالمانِ وید جن کو سورگ کی ہو آرزو
سورگ کو آخر وہ پا لیتے ہیں بن کر نیک خو

ختم ہو جاتا ہے لیکن سورگ کا پھل جس گھڑی
پھر پلٹ آتے ہیں اِس دُنیائے فانی میں سبھی

دیوتاؤں کے پُجاری بھی ہیں ایشور کو عزیز
وہ مگر گمراہ کتنے ہیں نہیں اُن کو تمیز

عارضی سُکھ بھوگ کر پھر رنج و غم سہتے ہیں وہ
بار بار آواگون کے پھیر میں رہتے ہیں وہ

ایشور کے بھگت ہرگز جنم پھر پاتے نہیں
اِس جہانِ رنج و غم میں پھر کبھی آتے نہیں

ہر پُریہ انسان اگر یادِ خُدا کرنے لگے
اور پورے شوق سے وحدت کا دم بھرنے لگے

آخرش وہ بھی حقیقت آشنا ہو جائے گا
نیک سیرت نیک طینت پارسا ہو جائے گا

ایشور کا بھگت ہرگز ہو نہیں سکتا تباہ
چاہے اُس کا نامۂ اعمال ہو بالکل سیاہ

اِس جہاں میں رہ کے نیکی کا جو دم بھرتا ہے
اور ایشور سے اُسے منسوب بھی کرتا ہے

ایشور کو پا کے آخر شاد ہو جاتا ہے وہ
ہر طرح کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے وہ

۱؎ جنّت
۲؎ تناسخ دنواں ادھیائے

شانِ حق

کیا حقیقت اُس کی سمجھینگے رِشی یا دیوتا
دیوتاؤں اور رِشیوں کی جو خود ہے ابتدا

ابتدا کا ذکر کیا کچھ ابتدا اُس کی نہیں
انتہا کیسی کہیں بھی انتہا اُس کی نہیں

سب کو پیدا کرنے والا سب کا خالق ہے وہی
پرورش سب کی وہی کرتا ہے رازق ہے وہی

آدمی کی عقل پا سکتی نہیں اُس کا نشاں
نُور سے اُس کے منوّر ہیں زمین و آسماں

روح بنکر وہ نہاں رہتا ہے ہر جاندار میں
اُس کا جلوہ ہے نمایاں ہر گل و گلزار میں

غور سے دیکھے کوئی تو ابتدا سب کی ہے وہ
وسط بھی سب کا وہی ہے انتہا سب کی ہے وہ

اُس کی ہستی محفلِ عالم میں ہے بالانشیں
کوئی بھی دُنیا کی شے اُس کے سوا قائم نہیں

جس بشر میں بھی نظر آئے تمہیں حسن و جمال
بس کو تم سمجھو کہ یہ ہے نیک سیرت باکمال

بس سمجھ لو ہے اُسی میں نورِ اُس کا جلوہ گر
وہ سراپا حسن ہی ہر شے میں ہو گا جلوہ گر

(دسواں ادھیائے)

ایشور اور ایشور بھگت

موجبِ تخلیقِ عالم، علّتِ اول ہے وہ
مسکنِ کون و مکاں نورِ مہِ اکمل ہے وہ

کیا بشر کیا دیوتا سب کا وہی معبود ہے
اُس کی ہستی لافنا ہے اور لامحدود ہے

بحر وہ طوفان وہ کشتی بھی وہ ساحل بھی وہ
اوّلِ منزل بھی وہ ہے آخرِ منزل بھی وہ

جاننے کی شے وہی ہے جاننے والا وہی
حق وہی ہے اور حق پہچاننے والا وہی

آب و آتش باد و باراں سب ہے وہی موت و حیات
اور اُسی کے دم سے قائم ہے نظامِ کائنات

اُس کی طاقت بے حساب اور اُس کی شوکت بے مثال
ہر جگہ ہر چیز میں موجود ہے اُس کا جلال

صدقِ دل سے ایشور کی جو کوئی بھگتی کرے
جو نہ اور اُس کے سوا ہرگز کسی کا دم بھرے

ایشور میں محو ہونا جس کا نصب العین ہے
اُس کے پانے کیلئے جو ہر نفس بے چین ہے

جس کے دِل میں جز خُدا کے غیر سے اُلفت نہیں
اور جو رکھتا ہے کسی نادار سے نفرت نہیں

جو نہیں حیران و ششدر مال و زر کے واسطے
جس کا ہر فعل و عمل ہے ایشور کے واسطے

ایسا عابد مدعائے زیست پاتا ہے ضرور
ایشور سے مل کے ایشور میں سماتا ہے ضرور

(گیارہواں ادھیائے)

بھگوان بھگت

جس کو دُنیا میں کسی جاندار سے نفرت نہیں
سب کا مخلص ہے جسے رنجش نہیں نخوت نہیں

جس کا دِل بس میں ہے حرص و آز سے بیگانہ ہے
جو عقیدت مند ضبط و صبر کا پیمانہ ہے

جو نہ خائف ہو نہ جس سے کوئی گھبرائے کبھی
جس کا دِل رنج و مسرت سے ہمیشہ ہے بَری

بے غرض، بے عیب، جو ہے پاک طینت نیک نام
بے تعلق ہے زمانے سے نہیں کچھ جس کو کام

دوست دشمن میں نہیں ہے تفرقہ اصلا جسے
عزت و بے عزتی کی کچھ نہیں پروا جسے

جس کی سردی اور گرمی میں وہی حالت رہے
رنج و راحت میں ہمیشہ ایک ہی صورت رہے

اپنی تعریف و ستائش کی جسے حاجت نہیں
جس کو اپنے نکتہ چینوں سے بھی کچھ نفرت نہیں

جو مصیبت کی گھڑی میں قانع و شاکر رہے
لاکھ طوفانِ الم اٹھیں مگر صابر رہے

بھگت کہتے ہیں اُسے بھگوان کا پیارا ہے وہ
اس قدر پیارا کہ اُس کی آنکھ کا تارا ہے وہ
(بارہواں ادھیائے)

ایشور روح اور مادہ

جسم ہر جاندار کیا ہے اک ردائے کشتِ زار !
اس میں جو رہتا ہے وہ ہے آشنائے کشتِ زار

ایشور ہر پیکرِ خاکی کا واقف کار ہے
سب کے اندر جلوہ گر وہ مطلعِ انوار ہے

درمیاں بھی سب کے وہ نیچے بھی وہ اُوپر بھی وہ
بحر وہ قطرہ بھی وہ سیپی بھی وہ گوہر بھی وہ

جاننے کی شے وہی ہے جاننے والا وہی
دُور ہست و نیست سے عالم سے ہے بالا وہی

مادّہ و روح کا روزِ ازل سے ہے قیام
ہے انہیں کے وصل سے تخلیقِ دُنیا لاکلام

مادّہ سے روح پاتی ہے صفات مادّی
موجبِ تخلیق ہیں جو نیک و بد اشخاص کی

مادّہ نے اندریاں بھی وضع کیں اجسام بھی
روح سے وابستہ ہیں سب عیش بھی آلام بھی

مادّہ ہی درحقیقت موجبِ افعال ہے
روح مطلق کچھ نہیں کرتی وہ بے اعمال ہے

امتیازِ مادّہ و روح کر سکتا ہے جو
ایشور کے نام پر بے خوف مر سکتا ہے جو

سب اسی میں اور وہ سب میں جسے آئے نظر
ایشور کا قرب پا لیتا ہے بے شک وہ بشر

(تیرہواں ادھیائے)

صفاتِ مادّی

"ستو" "رج" "تم" ہیں یہی تینوں صفاتِ مادّی
جن سے ہوتی ہے جسد میں روح کی وابستگی

"ستو" نورِ علم ہے تو "تم" جہالت کا ہے نام
"رج" سراسر جذبۂ عشق و محبّت کا ہے نام

"ستو" غالب ہو تو پھر "رج" اور "تم" مفقود ہوں
دور دورہ "تم" کا ہو تو "ستو" "رج" نابود ہوں

فطرتِ انساں پہ ہوگا "رج" کا غلبہ جس قدر
اُس قدر کمزور ہوگا "ستو" "تم" کا بھی اثر

"ستو" سے انساں ہوتا ہے حقیقت آشنا
"رج" سے ہوتا ہے اسیرِ پنجۂ حرص و ہوا

"تم" ہے تاریکی مجسّم ایک ذِلّت سر بسر
کاہلی جھوٹی محبّت اور غفلت سر بسر

فاعلِ ہر فعل ہیں بس یہ صفاتِ مادّی
اور انہیں سے ہوتی ہے تخلیق سب اجسام کی

یہ صفاتِ مادّی ہوں جس بشر پہ بے اثر
پیری و مرگ و ولادت کا نہیں کچھ اس کو ڈر

اپنی تعریف و مذمت اِک برابر ہیں اُسے
عیش و کلفت، رنج و راحت اِک برابر ہیں اُسے

عزت و بے عزتی کی کچھ اُسے پروا نہیں
درمیانِ دوست دشمن فرق اُسے اصلا نہیں

ایشور بھکتی ہی ایسی ایک ہے راہِ نجات
روح سے جو دور رکھ سکتی ہے یہ تینوں صفات

(چودھواں ادھیائے)

شجرِ عالم

یہ جہاں بھی درحقیقت اک نرالا ہے شجر
جس کی شاخیں فرش پر ہیں جس کی جڑ ہے عرش پر

اس کے پتے "وید" ہیں یہ ہے علم بردار "وید"
اس سے جو واقف ہے وہ گویا ہے واقف کارِ "وید"

دُنیوی لذّات سے لبریز اِس کی ڈالیاں
نیچے اُوپر ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں بے گماں

بڑھ گئیں دُنیائے انسانی تک اِس کی وہ جڑیں
جو بشر کو حلقۂ دامِ عمل میں پھانس لیں

اوّل و آخر کا اِس کے کچھ پتہ چلتا نہیں
جان لے ہر شخص جس کو راز یہ ایسا نہیں

اِس شجر کو تیشۂ بے واسطگی سے کاٹ کر
اُس مقامِ لافنا کو جا پہنچتا ہے بشر

جس جگہ سے لوٹ کر دنیا میں وہ آتا نہیں
جنم لینے اور پھر مرنے کا دکھ پاتا نہیں

کارزارِ دہر میں ہیں دو طرح کی ہستیاں
ایک فانی اور دیگر لافنا ہے بے گماں

جسمِ ہر جاندار بے شک ایک فانی جنس ہے
[illegible]

تیسری سب سے بڑی ہستی ہے وہ پرماتما
پرورش پاتی ہے جس کے فیض سے ہر آتما

(پندرہواں ادھیائے)

خصائلِ انسانی

دو طرح کے اِس سرائے دہر میں اِنسان ہیں
کچھ فرشتے ہیں خصائل میں تو کچھ شیطان ہیں

بے ہراسی، پاکبازی، اُلفتِ علم و عمل
راستی نرمی، ریاضت۔ رحم، خود ضبطی اٹل

رنج و غیبت اور حرص و آز سے بیگانگی
دوستداری، سادگی، پاکیزگی، فرزانگی

صبر استقلال قربانی رواداری حیا
یہ خصائل جس بشر میں ہوں وہ ہے اک دیوتا

بد کلامی دشمنی غیبت ریاکاری غرور
خودسری، شہوت، جہالت اور نخوت کا فتور

یہ خصائل جس میں ہوں کہنے کو گو انسان ہے
اصل میں حیوان سے بدتر ہے وہ شیطان ہے

اُس کے آگے امتیازِ نیک و بد دشوار ہے
راستی بے سود ہے پاکیزگی بے کار ہے

پھنس کے حرص و آز میں وہ عیش و عشرت کیلئے
ظلم رکھتا ہے روا تحصیلِ دولت کیلئے

ایسے وحشی کو ہے نفرت ایشور کے نام سے
وہ نکلتا ہی نہیں "آواگون" کے دام سے

رنج، شہوت، حرص، یہ دوزخ کے دروازے ہیں تین
ان سے جو بچ کر رہے بس ہے وہی مرد متین

ا تناسخ

دسوہواں ادھیائے

جذبِ عقیدت

ہے عقیدت فطرتِ انساں میں تین اقسام کی
"بے ریا" لبریزِ خواہش" اور "پُر از تیرگی"

اپنی فطرت ہی کا پرتو اصل میں ایمان ہے
عکس اپنی ہی عقیدت کا ہر اک انسان ہے

ہے عبادت وہ جسے ہم شاستر کو مان کر
بے غرض ہو کر کریں اک فرض اپنا جان کر

پھل کی خواہش یا نمود و نام ہو جب مدعا
یہ غرض مندی ہے ایسا یگیہ بھی ہے یگیہ کیا

دیوتاؤں کی پرستش۔ عالموں کا احترام
سادگی۔ برہم چرج۔ جسمانی ریاضت کے ہیں کام

شاسنز کا پاٹھ۔ خوش گوئی۔ حلیمی۔ راستی
یہ سبھی اوصاف گویا ہیں "ریاضت قول" کی

خامشی۔ ضبطِ نفس۔ پاکیزگی۔ زندہ دلی!
یہ "ریاضت دل کی" ہے دل جس سے پا جائے شانتی

ہر سہ اقسام ریاضت خوب سے ہیں خوب تر
بے غرض جذبِ عقیدت سے کرے کوئی اگر

عزت و شہرت کی خاطر نام پانے کے لئے
جو ریاضت کوئی کرتا ہے دکھاوے کے لئے

وہ ریاضت عارضی ہے اور ہے ناپائدار
ایسے عابد کا غرض مندوں میں ہوتا ہے شمار

وہ ریاضت جاہلانہ ہے اگر کوئی کرے
خود ہے وہ دُکھ کہ جس سے غیر کو ایذا ملے

دان وہ اچھا جو دیں ہم فرض اپنا جان کر
ترک کر کے پھل کی خواہش، مستحق پہچان کر

دان ۔ قربانی ۔ ریاضت بے عقیدت کچھ نہیں
زندگی میں کچھ نہیں یہ بعدِ رحلت کچھ نہیں

(سترہواں ادھیائے)

ترکِ صادق

ترک کر دینا جہاں کے سب غرض مندانہ کام
کہتے ہیں سنیاس اسے ہے ترکِ دُنیا اِس کا نام

اپنے سب اعمال کا پھل چھوڑ دینا "تیاگ" ہے
یہ نہ سمجھو فرض سے مُنہ موڑ لینا "تیاگ" ہے

"یگیہ" "دان" اور "تپ" بشر کے ہیں فرائض منصبی
اِن کے کرنے سے ہے مِلتی روح کو پاکیزگی

کاربند اِن پر رہے لیکن بشر رکھے نہ لاگ
ہر عمل سے بے تعلق بے غرض ہوتا ہے تیاگ

دیکھ لیں جس علم سے ہم سب کے اندر برملا
ہستئ لامنقسم وہ ایک ذاتِ لافنا

گیان وہ ہے "ساتوک" نزدیکِ ہر اہلِ نظر
جس سے کثرت میں بھی ہو جاتی ہے وحدت جلوہ گر

سب کے اندر بسنے والی آتما جس سے مگر
بے شمار اور مختلف انوار میں آئے نظر

گیان وہ ہے "راجسی" پیدا ہوں جس سے خواہشات
جو بتاتا ہے غرض کثرت میں کثرت ہی کی بات

جسمِ فانی ہی کو سمجھے آتما جس سے بشر
جو حقیقت سے ہمیشہ اس کو رکھے بے خبر

"جزو" ہی کو "کُل" بتائے وہ جہالت کا ہے علم
"تامسی" وہ گیان ہے کذب و کدورت کا ہے علم

وہ عمل ہے "ساتوِک" جس میں غرض پنہاں نہیں
اُلفت و نفرت کا جس میں کوئی بھی ساماں نہیں

"راجسی" ہے وہ عمل جس میں ہو دخلِ خواہشات
جس میں شامل ہوں غرور و اہتمام و نفسیات

موہ کے پھندے میں پھنس کر کام جو انساں کرے
یہ نہ سوچے کیا نتائج ہوں گے ایسے کام کے

صرفِ بے جا کس قدر دُکھ دوسروں کو کس قدر
"تامسی" وہ کرم ہے یعنی جہالت سر بسر

راحتِ صادق ملے اِنساں کو جس کی مشق سے
اور دُنیا کا ہر اِک دُکھ درد جس سے ٹل سکے

زہر سا آغاز میں انجام میں آبِ حیات
"ساتوک سُکھ" دینے والا ہے یقیناً علمِ ذات

نفس اور اسبابِ عشرت کے بہم ہونے سے جو
دُنیوی لذات سے کچھ سُکھ ملے انسان کو

ابتدا امرت ہے جس کی زہر سا انجام ہے
خواہشوں کے ایسے سُکھ کا "راجسی سُکھ" نام ہے

جو حقیقت سے پرے رکھتا ہُوا ہر حال میں
آدمی کو قید رکھتا ہے نفس کے جال میں

خوابِ غفلت اور کوتاہی سے جو بیدار ہوا
شکھ وہ کیا ہے "تامسی شکھ" ہے برائے نام کا

کوئی روئے ارض پر ایسا بشر دیکھا نہیں
آسماں پر دیوتا بھی کوئی تو ایسا نہیں

جو کبھی مایا کے اِن تینوں گنوں سے ہو بری
"ستو" "رج" اور "تم" سے ہی ساری سرشٹی ہے رچی

اپنی فطرت کے فرائض جو ادا کرتا رہے
ایشور پوجا بھی جو صبح و مسا کرتا رہے

چاہے اُس کا فرض ہو کتنا بھی خالی از صفات
واصلِ حق ہو کے اِک دن پا ہی لے گا وہ نجات

اپنی فطرت کے فرائض چھوڑنا اچھا نہیں
خواہ وہ ناقص بھی ہوں مُنہ موڑنا اچھا نہیں

عقل جس کی ہر جگہ ہے ہر تعلق سے بری
نفس ہے قابو میں جس کا دِل ہوس سے ہے تہی

تیاگ سے پا لیتا ہے وہ منزلِ افضل تریں
جس جگہ پھر کرم کرنے کی اُسے حاجت نہیں

عقل پاکیزہ ہے جس کی اور ارادہ مُستقل
نفس ہے قابو میں جس کا ہے ہوس سے دور دِل

جس کی نظروں میں مقامِ رغبت و نفرت نہیں
کھا کے تھوڑی سی غذا جو ہو رہے خلوت نشیں

بس میں جس کا جسم و دل ہے اور قابو میں زباں
"یوگ آتم دھیان" کا جو بن چکا ہے رازداں

کر کے یوں ویراگ حاصل دور کی جس نے خودی
رفتہ رفتہ پا ہی لیتا ہے سرورِ دائمی

ایشور کے آسرے پہ کام سب کرتا ہے جو
بھگت اسی کا بن کے اس کی راہ میں مرتا ہے جو

جان کر ایشور کو ایشور میں سما جاتا ہے وہ
اس کی رحمت سے مقامِ لافنا پاتا ہے وہ

چھوڑ کر سب دھرم جو آ جائے ایشور کے حضور
چھوٹ کر پاپوں کی زد سے مکت ہوگا وہ ضرور

(اٹھارھواں ادھیائے)

ست چت آنند

نہ کبھی سنجوگ سے مَیں سُکھی نہ کبھی وِیوگ سے مَیں دُکھی
مجھے سُکھ مِلے کہ کلیش ہو میرے من کی ایک ہی ہے گتی
• مَیں تو ست چت آنند ہوں مجھے ہرش کیا مجھے شوک کیا

نہ مَیں جنم لوں نہ مروں کبھی نہ مَیں سنکٹوں سے ڈروں کبھی
مجھے کیا پڑی ہے کہ آنکھ کو یونہی آنسوؤں سے بھروں کبھی
• مَیں تو ست چت آنند ہوں۔ مجھے ہرش کیا مجھے شوک کیا

مجھے کام کرودھ سے کام کیا نہیں جی میں کوئی بھی کامنا
میرے بس میں ہیں میری اندریاں میرا من کبھی نہیں ڈولتا
• مَیں تو ست چت آنند ہوں۔ مجھے ہرش کیا مجھے شوک کیا

کوئی دھن سے ہین ہو یا دھنی ہو آتی ادھم کہ مہابلی
میرے سامنے سبھی ایک ہیں کوئی ہو سُکھی کوئی ہو دُکھی
• مَیں تو ست چت آنند ہوں۔ مجھے ہرش کیا مجھے شوک کیا

کوئی سُکھ کا گیت سنائے کیوں۔ کوئی دُکھ کی راگنی گائے کیوں
مجھے دونوں ایک سمان ہیں کوئی ہرش شوک جتائے کیوں
• مَیں تو ست چت آنند ہوں۔ مجھے ہرش کیا مجھے شوک کیا

عرضِ حال

ماہ مارچ ۱۹۲۹ء کا ذکر ہے کہ میں اتفاقاً لاہور گیا ہوا تھا اور حسبِ معمول مختلف اُردو اخبارات کے دفتروں میں اُن کے ایڈیٹروں سے (جن سے میرے دوستانہ مراسم تھے) ملتا مِلاتا ہفتہ وار اخبار گورو گھنٹال کے دفتر میں جا پہنچا۔ وہاں ایڈیٹر صاحب کی میز پر ایک خوبصورت سہ رنگی تصویر کی بہت سی کاپیاں پڑی ہوئی نظر آئیں۔ ایڈیٹر صاحب مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمانے لگے کہ "آپ خوب موقعہ پر تشریف لائے ہیں ہمارے اخبار کا ایک خاص نمبر شائع ہو رہا ہے جس کے لئے یہ تصاویر ابھی ابھی چھپ کر آئی ہیں" پھر ایک تصویر اُٹھا کر میرے ہاتھوں میں دے دی (جس میں کورو کشیتر کے میدان میں بھگوان سری کرشن ارجن کی رتھ کے رتھبان بن کر بیٹھے ہیں اور ارجن رتھ کے پاس اداس صورت بنائے کھڑا ہے اُس کے ہتھیار زمین پر بکھرے پڑے ہیں بھگوان ارجن سے مخاطب ہو کر اُپدیش دے رہے ہیں) اور فرمائش کی کہ اِس تصویر کے نیچے حسبِ موقعہ چند اشعار درکار ہیں یہ لیجئے پنسل اور کاغذ اور ابھی ابھی یہیں ہمارے دفتر میں بیٹھ کر طبع آزمائی کیجئے